رجسٹرڈ نمبر ا ے ۲۰۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی می کرد | می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

سالانہ چندہ	۲ ؍
فی پرچہ	۱ ؍

پانزدہ روزہ

کاکوری اخبار

جلد	کاکوری / جمعہ یکم اگست سنہ ۱۹۴۱ء مطابق ۶ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۰ھ	نمبر

ادبیات

(از منشی غلام احمد صاحب فرقت بی اے کاکوروی)

ستم ہائے حوادث پر مچل جاؤں تو کیا ہوگا
غم ہستی کہ بھی آگے نکل جاؤں تو کیا ہوگا

مجھے جنکو تیرے آستاں کا فخر حاصل ہو
میں ان ذروں میں خود بن کے تجلی ہو گیا ہوگا

جنوں انگیز یاں جب بے صحرا نوردی ہوں
سنبھلنے کو کبھی ہو سنبھل جاؤں تو کیا ہوگا

تری بے التفاقی کے ہر اک تازہ تصور پر
ترے جلوے کی دامن پر مچل جاؤں تو کیا ہوگا

وہ نغمے جنکو تم کچھ مسکرا کر گنگناتے ہو
میں ان پر کیف نغموں میں الجھ جاؤں تو کیا ہوگا

متفرق اشعار

دے رہا ہوں حیات کو آواز | زندگی ہے کہ سوئی جاتی ہے

کامل سکون اب ملا ہے ختم عمر | آخ آج دور ختم ہوا انتظار کا

علاج ختم دوا ختم چارہ گر مایوس | ترا کرم مرے پروردگار باقی ہے

... بربادیاں گو غریباں کی | کہ لاکھ آباد ہونے پر بھی ویرانی نہیں جاتی

... حوصلے ہستی سے بھی کہدے | جنوں میں ہے لطف کہ گانے کے

شب سے صبح و شام کئے جا رہا ہوں میں | ہر غم کا احترام کئے جا رہا ہوں میں

جلوہ کو تیرے عالم کئے جا رہا ہوں میں | تجھکو بہ نام کئے جا رہا ہوں میں

فریب امید

اسے بن دیکھے ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ پھر میرے دل میں اسکی دید کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور میں گھر سے اشتیاق و محبت کے گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا۔ راستہ بہت ہی طویل ہو گیا۔ میری بے چینی ہر قدم پر بڑھ رہی تھی۔ خدا خدا کرکے اسکا گھر آیا۔ دروازے پر پہنچتے ہی میں نے کھڑکی کی طرف نگاہ جما کر آواز دی۔ "مرزا" — کوئی جواب نہ آیا پھر آواز دی۔ اس دفعہ بھی جواب سے محروم رہا۔ میں نے کھڑکی سے اپنی حیرت زدہ نگاہ ہٹالی۔ اور بے حد مایوسی کے عالم میں واپس لوٹا۔ ابھی چند ہی قدم اٹھائے ہونگے کہ ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "ملا نہیں کیا؟ یہاں ہو" امید ہمیشہ آدمی کا ساتھ دیتی ہے۔ میرے دل میں معًا ایک خوشی کی لہر اٹھی۔ اور میں نے جلدی سے مڑ کر دیکھا۔ ایک بوڑھی عورت اپنی بیٹی کو جھکا کر کہہ رہی تھی۔ یہ رہا ...... میں اسی طرح ناکامی کی حالت میں چلا آیا۔

(ماخوذ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۵ | کاکوری ، جمعہ یکم اگست سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر ۲

جہاد اکبر!

از مولوی مصلح الدین احمد صاحب اسیر

دنیا کا یہ عظیم الشان کارخانہ کیا ہے ؟ محض ایک چلتی پھرتی طلسماتی تصویر، نہ اس سے کچھ فائدہ کی اُمید نہ ضرر کا اندیشہ جو چیز یہاں ہے وہ خیر و شر سے پاک ہے، مگر پھر بھی ہمکو خیر و شر سے دن رات سابقہ ہے۔ یہ عجیب معاملہ ہے اب بتلائیے یہ کیا ہے؟

یہ ہے کیا! یہ وہی ہے جو سمجھ میں نہیں آرہا ہے، ابھی سمجھ میں آجائے تو باقی کیا رہ جاتا ہے، غور کیجئے اور سوچئے۔ فکر کیجئے خون پسینہ ایک کیجئے دیکھئے شاید یہ عقدہ حل ہو جائے مگر اتنا کہے دیتا ہوں کہ یہ گتھی سلجھی کہ آپ دو عالم سے گئے نہ ادہر کے رہے نہ ادہر کے بہے ساری شریعت، طریقت دہری رہ جائیگی اور آپ نائیں نائیں فش کرتے رہ جائیگا، کبھی ہنسئے گا اور کبھی روئیے گا۔ ہنسئے گا اس پر کہ ہم بھی کسقدر احمق ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ عمر گذر گئی اور اتنی ذرا سی بات کھوپڑی میں نہ سمائی اور روئیے گا اس پر کہ ساری عمر غفلت میں گنوائی اگر آج سے پیشتر یہ حال کھل جاتا تو زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھدیتے اور وہ وہ کارہائے نمایاں کئے ہوتے کہ باید و شاید، اب بعد از خرابی بصرہ جو یہ کھلا بھی تو کیا جب کچھ کرنے دہرنے کا وقت ہی نہیں رہا۔ بوریا بستر سنبھالنے کا حکم مل چکا ہے، ع۔ جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا، اور جب چل چلاؤ ہی ٹھہرا تو پھر یہاں سے واسطہ ہی کیا رہا بقول شخصیکہ چھوڑے گاؤں کا ناتا کیا؟

غرض عجیب قصہ ہے پر درد داستان ہے اور حقیقت یہی ہے کہ نفع و ضرر، خیر و شر ہم سے نہیں ہے بلکہ اسکا مقصد اسکا منبع کوئی اور ذات ہمہ گیر ہے البتہ اس عظیم الشان کارخانہ کی مشین میں جہاں ہزار ہا کرور ہا اور دوسرے کل پرزے ہیں وہاں ہم بھی اُسی کے ایک چھوٹے سے پرزے ہیں اور جس طرح کارخانہ کا مالک ایک معمولی سے معمولی پرزے سے اچھا یا بُرا کام لے لیتا ہے ایسے ہی ہماری گدی پر بھی چپت رسید کرکے ہم سے بھی وہ کچھ کرا لیتا ہے جسکے لئے ہم خود محو حیرت رہ جاتے ہیں اب اگر آپ کو ہماری حرکت خوشگوار اور پسندیدہ یا فائدہ بخش معلوم ہوئی تو واہ واہ اور صدائے تحسین و آفرین آپ کی زبان سے بلند ہو ہو کر ہمارے کانوں میں گونجنے لگتی ہے اور تھوڑی دیر کیلئے تو ضرور ہم بھول کر کُپّا ہو جاتے ہیں اور اپنی پیٹھ ٹھونکنے لگتے ہیں کہ واہ رے ہم! شاباش!! ہماری بھی کیا بات ہے۔ ع

وہ کام کیا ہم نے کہ رستم سے نہ ہوگا

لیکن اگر خدانخواستہ ہماری وہی حرکت آپکے دشمنوں کے مزاج لطیف پر گراں گذری تو یہ روسیہ ناشدنی، گردن زدنی کینہ جہنمی اور نہ معلوم کیا کیا کچھ ٹھہرا اگرچہ اس پر بھی ہم اپنے جھوٹی سچی تاویل سے کام لیکر من سمجھوتا کر لیتے ہیں اور فوراً ہی پیشتر اپنے آپ کو مطلع کرکے اپنا اُلّو سیدھا کر ہی لیتے ہیں مگر آپ لوگوں کو کون سمجھائے کہ تم چپ، ہو تمھاری یہ چیخ پکار کچھ معنی نہیں رکھتی محض بے سود ہے اگر تم میں عقل ہوتی تو اپنی تقدیر پر شاکر رہتے اور ہمکو خیر و شر دونوں سے بری سمجھتے

؎ من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

کے مصداق اسی فاعل حقیقی ہی پر نظر رکھتے ——— افسوس [illegible] آدمی کتے سے بھی زیادہ سمجھ نہیں رکھتا اور اپنے [illegible] کہتا ہے، کتے کو بھی جب کوئی ڈھیلا مارتا ہے تو وہ ڈھیلے کی طرف نہیں دوڑتا بلکہ مارنے والے پر حملہ کرتا ہے مگر یہ

حضرت اشرف المخلوقات ڈھیلے پر دوڑتے ہیں اور ڈھیلہ مارنے والے سے غافل رہتے ہیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا آپ یقین مانئے میں قسم کھا کر آپ سے عرض کئے دیتا ہوں کہ مجھ سے آپ کو نہ کوئی نفع پہنچ سکتا ہے نہ کوئی ضرر اور واللہ میرا عقیدہ آپکے متعلق بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کے متعلق یہی ہے کہ کوئی نہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتا ہے نہ کچھ بنا سکتا ہے البتہ نفع یا نقصان جس چیز کا بنا دیا جائے درمیانی واسطہ ضرور بن سکتا ہے اور درمیانی واسطہ کے متعلق آپ خود جانتے ہیں کہ کوئی اختیار نہیں رکھتا اسکی مثال ڈھیلے کی ہے ڈھیلہ مارنے والے کی نہیں وہ بیچارہ بے کس شمار قطار میں، اس کی کنجی تو ہر وقت مسبب کے ہاتھوں میں رہتی ہے مسبب اس کو جس کل چاہے اٹھائے اور جس کل چاہے بٹھلائے۔ اِنَّ اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ جس اچھے یا برے سبب کا جس وقت چاہے اُسے واسطہ گردانے جس وقت نہ چاہے نہ گردانے، اس کا ہونا نہونے کے برابر ہو۔ اب خود ہی تبلائے کہ اس درمیانی واسطہ، بیچارے کی وہ واہ جو آپ کرتے ہیں تو کیوں؟ یا اسکی طرف سے گلہ یا شکوہ شکایت کا دفتر جو آپ نے کھول رکھا ہے کا ہیکو! اگر آپ کو حقیقتاً کوئی نفع پہنچا ہے تو اس کے لئے حمد و ثنا کی مستحق وہ ذات مسبب الاسباب، خالق کائنات، مالک الملک ٹھہری نہ کہ بیچارہ درمیانی واسطہ، اور اسی طرح اگر خدانخواستہ کسی رنج کسی کدورت کسی تکلیف کے مستحق ہم ٹھہرائے گئے ہیں تو بھی ہم کو اُسی مسبب الاسباب، خالق کائنات، مالک الملک کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر توفیق نیک مانگنا چاہئے کہ اس نے ہم کو ہماری کسی غفلت کے سبب اس ابتلا اس آزمائش کی آگ میں ڈال رکھا ہے اور اُس کی رحمت کے اُمیدوار رہنا چاہئے کہ وہ جلد تر ہم کو اس آزمائش سے نجات دیکر اپنی حضوری کی نعمت سے مالا مال کر دے گا۔

آپ سمجھے ہونگے چلو جلدی قصہ پاک ہو گیا، بیچھا چھوٹ گیا فرصت مل گئی، یہ ذرا سی بات سمجھ لینا کون مشکل ہے کہ ہر خیر و شر کا ظہور مسبب کی طرف سے ہے اور انسان ضعیف البنیان بیچارہ، درمیانی واسطہ اُس مسبب کے ظہور کا ہے اس لئے اس سے کچھ گلہ و شکوہ کرنا یا اسکی تعریف و تحسین کرنا عبث ہے اچھا ہے اگر یہ آپکی سمجھ میں واقعی آگیا ہے لیکن یاد رکھئے یہاں زبانی جمع و خرچ کا دخل نہیں، عمل درکار ہے عمل، آپکے ہر ہر فعل سے اس حقیقت کو مترشح ہونا چاہئے کیونکہ اب آپ کے اور مسبب کے درمیان ایک ایسا رابطہ قائم ہو گیا ہے جو کسی حال میں منتقل نہیں ہو سکتا سوا اسکے اس کے کہ آپ مسبب کی طرف سے غافل ہو جائیں اور پھر درمیانی واسطہ کو مسبب سمجھکر بت پرستی کرنا شروع کر دیں اور نعوذ باللہ اس کو خیر و شر کا منبع سمجھنے لگیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھئے اور بار بار پڑھئے معنوں پر غور کیجئے مطلب سمجھئے اور اس شرک سے نجات حاصل کر کے خدا کا شکر ادا کیجئے اور دیکھئے آپکے قول و فعل سے للّٰہیت ٹپک رہی ہے! آپ کا وہ واسطہ قائم بھی ہے!

اگر واقعی آپ کا وہ واسطہ مستقل طور پر قائم ہے تو آپ ایک لطف، ایک کیف اور ایک سرورکی حالت میں رہیں گے جو بات آپ سے سرزد ہوگی اُس سے آپ بالکل الگ تھلگ ہوں گے اس میں ذرا بھی آپ کے نفس کا لگاؤ نہ ہوگا، آپکا ہر فعل خدا کے واسطے ہوگا۔

اب یہ امتیاز آپ ہی پر منحصر ہے کہ ایک ہی فعل اپنی خودی سے کیونکر ہوتا ہے اور بیخودی سے کیونکر ہوتا ہے یعنی آپ کی خواہش کا اسمیں کہاں تک دخل ہے اور بے خواہشی سے اس کو کہاں تک تعلق ہے دوسرے معنوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ اسکو آپ اپنے لئے کہاں تک کر رہے ہیں اور خدا کے واسطے کہاں تک؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ مشہور واقعہ تو ضرور ہی آپکے

کانوں میں پڑا ہوگا کہ حضرت ایک غزوہ میں ایک یہودی سے برسر مقابلہ تھے یہاں تک کہ حضرت اسکو پچھاڑ کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور چاہا کہ خنجر نکال کر اس کا کام تمام کر دیں کہ اس نے حضرت کے روئے مبارک پر تھوک دیا۔ حضرت یکایک اُس کے سینہ سے اُتر آئے اب یہودی سخت حیرت میں تھا کہ یا اللہ! یہ کیا معاملہ ہے کہاں تو ایک ثانیہ میں میرا خاتمہ ہو جانے والا تھا اور کہاں یہ مجھ سے بالکل الگ کھڑے ہیں اُس نے جناب امیر کرم اللہ وجہ سے سوال کیا اور اس کی وجہ دریافت کی حضرت نے فرمایا "میری تیری لڑائی خدا کے واسطے تھی اپنے نفس کے واسطے نہ تھی لیکن جب تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو مجھے غصہ آگیا اور وہ فعل میرے نفس کا تھا اب میرا تجھے قتل کر دینا خدا کے واسطے نہ رہا تھا بلکہ اپنے نفس کے انتقام کی آگ کو فرو کرنا تھا جو در اصل گناہ عظیم تھا اور مقصد جہاد کو فوت کرتا تھا اس لئے میں تیرے سینہ سے اتر آیا اور تجھکو قتل کرنے سے باز رہا" یہودی ان پاکیزہ کلمات کو سنکر بے اختیار بول اٹھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اللہ اکبر جس ملت میں اس قدر پاکیزہ سیرت ہستیاں اور اس قدر قدسی صفات نفوس موجود ہوں اُس مذہب کی سچائی اور حقانیت کا کیا کہنا"

اب تو غالباً آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ ایک ہی فعل خالصاً لوجہ اللہ کیونکر ہوتا ہے اور اپنے نفس کے لئے کیونکر ہو سکتا ہے دیکھئے حضرت علی کرم اللہ وجہ کا وہی فعل یعنی یہودی کو قتل نہ کرنا جہاد اصغر بھی تھا اور جہاد اکبر بھی، اب آپ دریافت کرینگے کہ جہاد اصغر کیا اور جہاد اکبر کیا؟ سنئیے!

روحی فداک جناب رسالت پناہ ایک بار ایک غزوہ سے فائز المرام واپس تشریف لائے تو حضرت روحی فداک نے زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ "رجعنا من الجہاد الاصغر الی جہاد الاکبر" یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! جہاد اکبر کیا ہے؟" حضرت روحی فداہ نے نطق فرمایا "ہی مخالفت اہوا" وہ خواہشات کی مخالفت کرنا ہے۔

اب تو غالباً آپ کو مطلق شبہ نہ رہا ہوگا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے جب یہودی کو اپنے نفس کے غصہ کے سبب قتل نہ فرمایا کہ حضرت کا وہی فعل جہاد اصغر سے جہاد اکبر ہوگیا

اچھا اب غور کیجئے کہ آج ہم میں کتنی ہستیاں ایسی ہیں جو اس قدر تفصیل کے ساتھ اپنے نفس کی نگران ہیں، یہاں پر میں اتنا بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو ہستیاں اس قدر تفصیلی طور پر اپنے نفس کا محاسبہ کرینگی طاقت رکھتی ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ وہ وہی ہیں جنکا واسطہ ایک ثانیہ کیلئے بھی حضرت حق سے منقطع نہیں ہوگا اسی لئے اُن سے جو فعل سرزد ہوتا ہے حق ہی کیلئے سرزد ہوتا ہے نفس سے اسکو دور کا لگاؤ بھی نہیں ہوتا اور وہی حقیقی معنوں میں مسلمان بلکہ انسان ہیں۔

اب آپ کہینگے یہ رابطہ وابطہ کچھ نہیں سیدھی سادی نماز پڑھو روزے رکھو شریعت نے ہمکو اس رابطہ کی کہیں تعلیم نہیں دی یہ تو اپنے دل سے گڑھ گڑھ کے فضول بکواس کر کے ہم لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اسکے جواب میں میں عرض کردوں گا کہ شریعت نے جس نماز کے لئے آپ کو حکم فرمایا اسکی روح رواں بھی رابطہ ہے اور بغیر اس رابطہ کے نماز نہیں، لیجئے گے ہاتھوں یہ بھی سنتے جائے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اقدس لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک آدمی آیا اور حضور سے دریافت کیا ایمان کیا چیز ہے فرمایا ایمان اس کو کہتے ہیں کہ تم خدا پر اس کے فرشتوں پر اس سے ملنے پر اسکے پیغمبروں پر یقین رکھو اور روز قیامت کو دل سے

سچے جانو، اس شخص نے دریافت کیا اسلام کیا چیز ہے؟ آپنے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم خدائے واحد کی پرستش کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ نماز ٹھیک ٹھیک پڑھو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس شخص نے دریافت کیا بھلائی کیا ہے؟ آپنے فرمایا بھلائی (احسان) یہ ہے کہ تم خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا خدا کو تم دیکھ رہے ہو اور اگر یہ بات نہ پیدا ہو تو (کم سے کم اسکا یقین ہو کہ) وہ تم کو دیکھ رہا ہے الخ

کچھ آیا سمجھ شریف میں؟ اس مشق کو کر دیکھئے اور پھر اپنا وہ اعتراض واپس لیجئے بس عبد اور معبود کے درمیان جس بات کے قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی کو رابطہ کہتے ہیں اور اگر یہ رابطہ آپ کو در اصل پانچ وقت کی نمازوں میں حاصل ہو گیا تو یقین مانئے کہ اس کی لذت آپکو اس قابل نہ چھوڑے گی کہ آپ اس کو ایک ثانیہ کے لئے بھی فوت کر نا پسند کریں آپ کسی کام میں ہو نگے مگر یہ رابطہ آپ ضرور قائم رکھینگے اور جب اس کا ملکہ راسخ آپ کو حاصل ہو جائیگا تو آپکی روح آپکا دل آپکا سارا وجود اسی وقت کی محبت میں سرشار اس کی حضوری میں ہر وقت حاضر رہے گا اور آپ پر ایک عالم بیخودی طاری رہیگا آپسے جو فعل سرزد ہو گا وہ آپ کا نہ ہو گا آپ قطعی اس سے بیگانہ ہوں گے آپ کو خبر بھی نہ ہو گی کہ عالم میں کیا ہو رہا ہے اور کیونکر ہو رہا ہے حالانکہ بہت کچھ آپسے سرزد ہو رہا ہو گا اور دوسرے لوگ دیکھتے ہونگے کہ آپ کھا بھی رہے ہیں اور پی بھی رہے ہیں سن بھی رہے ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں ہنس بھی رہے ہیں رو بھی رہے ہیں، غرضکہ عالم میں جتنی باتیں آدمیوں سے سرزد ہو سکتی ہیں سبھی کچھ آپسے سرزد ہو رہی ہیں مگر نہ صرف آپ ہی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کیا کر رہے ہیں

صد جلوہ رو برو ہے جو مژگاں اٹھائیے
طاقت کہاں کہ دید کا احسان اٹھائیے

دیکھئے جس انسان کو احسان کی دولت بے بہا حاصل ہو گئی ہے تو پھر وہ دید کا احسان بھی اٹھانا نہیں چاہتا باوجود اسکے کہ اگر وہ ایک پلک اٹھائے تو اپنی تمام بوقلمونیوں کو آغوش میں لئے ہوئے عالم رنگ بو اسکی نگاہ میں کھب رہا ہے مگر اب اس کا دیکھنا دید کے برداشت کی طاقت بھی نہیں رکھتا وہ تو بغیر دید کے جو کچھ دیکھنا چاہیئے دیکھ رہا ہے مختصر یہ ہے کہ۔ ع نظر کے لطف کا برباد ہوتا ہے نظر ہونا۔

محبت کی کشش

از (ایچ۔ ایس۔ نگار صاحبہ کاکوروی)

سماج نے نہ معلوم کیا سمجھا۔ عزیزوں نے خدا جانے کیا کیا کہا۔ خلقِ خدا نے نہ معلوم کیا کیا چہ میگوئیاں کیں۔ مگر ساوتری ان سب سے بے خبر تھی بے پروا تھی وہ اپنے کچھ میں مست تھی اور اسے پورا یقین تھا کہ اگر اس کی محبت میں اثر ہے تو اس کا پیارا کبھی پھر راہ پر آئے گا اور اس کے قدموں پر گر کر معافی کا خواستگار ہو گا۔

دنیا کی نظروں میں وہ گنہگار تھی سماج اسے ناپاک اور عزیز و اقارب اسے بے حیا سمجھتے تھے مگر خدا کی نظر میں وہ معصوم تھی۔ انھوں نے خدا کی موجودگی میں پریم کا بندھن باندھا تھا۔ ایک دوسرے کا ہونے کا وعدہ کیا تھا اور ہمسائے گاؤں کے پجاری نے خفیہ طور سے ان کے بیاہ کی رسم بھی ادا کر دی تھی۔ برخلاف اور نوجوانوں کے سری جب گھر سے نکلا تو نہ ہی اس نے والدین سے روپیہ مانگا نہ انکے زیور اڑا کر لایا۔ بلکہ خدا پر بھروسہ کر کے اپنی بیوی کو لیکر راتوں رات چلا گیا۔ اب اگر ساوتری اپنے پریتم کیساتھ گاؤں کے باہر کی جھونپڑی میں رہتی تھی تو یہ خدائی فوجدار کیوں جلتے تھے؟ ہاں باپنے بہت کوشش کی کہ ساوتری راہ پر آ جائے۔ مگر وہ بے راہ ہی کب تھی؟ گاؤں کے مکھیا نے فیصلہ کیا کہ اگر ساوتری والدین کیساتھ واپس

واپس نہ گئی تو اسے ساری جائداد سے ہاتھ دھونا پڑیگا مگر وہ اس سے بے نیاز تھی۔ بے پروا۔ مارپیٹ اور دھمکیاں اسے مجبور کر سکنے میں کامیاب نہ ہوئیں۔

سریش اور ساوتری ساتھ کھیل کر بڑے ہوئے تھے اور نوجوانی نے دبے پاؤں آکر انہیں پریم کے بندھن میں جکڑ دیا تھا۔ وہ خاموشی سے ایک دوسرے کے ہوگئے تھے جب ساوتری جوان ہوگئی تو اس کے والدین نے اسکی شادی کے لئے سلسلۂ جنبانی کی تھی اور سریش کی درخواست محض اس بنا پر ٹھکرا دی گئی تھی کہ اس کے پاس دولت نہ تھی۔ اور ساوتری نے دولت کو ٹھکرا کر سریش کے ساتھ چپ چپاتے بیاہ کر لیا تھا۔ اور اغیار کے طعنوں سے بے نیاز اور بے پروا ہوکر کیف مسلسل میں زندگی گذار رہی تھی۔

سریش بھی لڑکا تھا۔ اس کا عزم ساوتری کی طرح مصمم نہ تھا۔ سخت اور محنت کی زندگی۔ بیوی کی فکر۔ راحت کی کمی کے مقابلہ پر روپیہ اور آسایش کو ترجیح دینا اس سے بعید نہ تھا۔ ماں باپ نے لالچ دلائے۔ پجاری نے سبز باغ دکھائے عزیزوں نے نیش زنی کی۔ سریش پر اس کا گہرا اثر پڑا۔ اور ساوتری کو ایک نوزائیدہ بچے کی پرورش کے لئے اکیلا چھوڑ گیا۔

ساوتری کے والدین نے اسے واپس لانے کی بہت کوشش کی مگر ہندو عورت کا بیاہ عمر میں ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے اور پھر موت کا زبردست ہاتھ بھی میاں بیوی کو جدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔

ساوتری خوش تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ ناعاقبت اندیش سریش۔ اس کا پیارا سریش واپس آتا ہی ہوگا۔ اور جس کشش نے ساوتری کو محلوں کی بجائے کچی جھونپڑی میں رہنے پر مجبور کیا تھا وہی سریش کو اس کے قدموں پر لا ڈالے گی۔

سریش کے ماں باپ نے روپیہ قرض لیکر اسے ایک شہر میں دکان کھولدی تاکہ وہ ساوتری سے دور رہکر اس کے خیال کو بھی بھلا دے۔ اور یہی ہوا۔ مگر ماں باپ کی امید کے خلاف۔ کافی آمدنی اور بے فکری نے سریش کو عیش گاہوں کا راستہ دکھایا۔ دکان تباہ ہوکر رہ گئی۔ اور سارا سامان کارندوں کے پیٹ میں گیا۔ سریش کو اب ہوش آیا۔ ضمیر نے سرزنش کی۔ بھٹکے ہوئے خیالات یکسو ہوئے اور بے پروا نوجوانی کو سکون کی ضرورت ہوئی۔ اسے گھر اور بیوی اور بچے کا خیال آیا وہ اب والدین کے پاس نہ جانا چاہتا تھا۔ مگر ساوتری کو بھی منہ نہ دکھا سکتا تھا آہ گھر۔ کونسا گھر؟ جسے وہ خیر آباد کہ چکا تھا۔ کونسا بچہ؟ جسکی شیر خواری کے زمانہ میں وہ اسے بیمار ماں پر چھوڑ آیا تھا۔ اور کون سی بیوی؟ جس نے سریش کی خاطر دولت اور راحت کو ٹھکرا کر مصیبت اور ذلت کی زندگی پسند کی تھی۔

اس نے سوچا کہ ساوتری اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی ہوگی۔ یا پھر۔ وہ اس خیال سے کانپ اٹھا "یا پھر وہ فاقے کر کر کے مر گئی ہوگی"۔ اسے ساوتری کی ایک ایک بات یاد آرہی تھی۔ اسکے دل میں ساوتری کے ایثار کی بھی قدر پیدا ہوگئی تھی اور عشق صادق کی آگ اس کے سینہ میں بھڑک اٹھی تھی۔ جب وہ دن بھر کی محنت کے بعد گھر آتا تھا تو ساوتری اسکے غسل کیلئے پانی تیار کرتی تھی۔ گرم گرم کھانا کھلاتی تھی اور میٹھی میٹھی باتیں کرتی تھی۔ ساوتری کی باتیں اسے شہد سے بھی زیادہ شیریں معلوم ہوتی تھیں۔ اور اسکا بچہ۔ سریش کو بچوں سے بڑی محبت تھی۔ وہ ہمیشہ ساوتری سے کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے بچے کو اعلیٰ تعلیم دیگا اور نازو نعم سے اسکی پرورش کریگا۔ وہ اسکی خاطر محنت میں اپنا خون اور پسینہ ایک کر دیگا۔ اور اب۔ کیا اسنے وعدوں کا ایفا کیا تھا؟ ممکن ہو وہ بچہ بھی مر گیا ہو۔ مگر دل کے اندر کسی نے کہا "نہیں وہ زندہ ہو۔ اور تیرا منتظر"۔

باقی آئندہ

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ، احباب و جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ ایڈیٹر

موسم:۔ ۱۵ر جولائی ۱۹۳۱ء کے بعد بارش بالکل نہیں ہوئی۔ ابر آتا ہے اور نکل جاتا ہے۔ ہر شخص کی نگاہ آسمان کی طرف رہتی ہے دھوپ دن میں اسقدر تیز ہوتی ہے کہ باہر نکلنا دشوار ہوتا ہے ہوا بھی ۱۱ بجے کے بعد سے گرم ہو جاتی ہے۔ دن بھر تو کچھ نہ کچھ ہوا چلتی رہتی ہے لیکن غروب آفتاب کے بعد حبس ہو جاتا ہے یہ کیفیت ۱۰۔۱۱ بجے رات تک رہتی ہے ساون کا مہینہ جو بارش کی جھڑی کیلئے مشہور کہا جاتا ہے اسقدر تیز دھوپ گرمی۔ الاماں۔ زراعت کو نقصان پہونچ رہا ہے بنیوں نے اجناس کے نرخ بہت چڑھا دیے ہیں۔ کسان چارہ کی کمیابی کیوجہ سے اپنے جانور بیچ رہے ہیں گرانی سے مخلوق سخت پریشان ہے۔ رب العالمین اپنا فضل و کرم فرمائے اور جلد باران رحمت ہو۔ کل ۳۱ر جولائی ابر ہوا۔ گذشتہ عشرہ میں موسمی بیماری کی شکایت پیدا ہو جانے کی جو خبر درج ہوئی تھی اسکے بعد کسی واقعہ کی اطلاع نہیں ملی تھی مگر بعد کو معلوم ہوا کہ محلہ تاڑی میں ایک شخص بیمار ہوا، تپ لرزہ میں لوگوں کے مبتلا ہونے کی خبریں ملتی گئی ہیں اور بعضوں کو میعادی بخار آنے کا بھی حال معلوم ہوا ہے ٹائیفائڈ بخار کی شکایات زیادہ ہیں۔

کامیابی امتحان:۔ (۱) دہلی سے اطلاع آئی ہے مس جمیرہ خاتون بنت شیخ حشمت علی بھانجی مولوی غیاث الدین علوی، مولوی محلہ قاضی... ایف۔ اے (سال اول) میں کامیاب ہو گئیں اور انکے دونوں چھوٹے بھائی دعوت علی و راحت علی، میٹرک سال اول میں اور مڈل میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

(۲) سنا گیا ہے کہ منشی اقبال اطہر علوی آئی۔ سی۔ ایس نے اپنے محکمہ کے جملہ امتحانات پاس کر لئے اور کرشن نگر سب ڈویژنل آفیسر ہو کر ملک ضلع ندیا (بنگال) گئے ہیں۔

علیگس ایسوسی ایشن:۔ ۲۴ر جولائی ۱۹۳۱ء کو ایسوسی ایشن کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر صدارت منشی اظہر علی صاحب ایڈوکیٹ ایم۔ ایل۔ اے (مرکزی) انعقاد پذیر ہوا تھا جسمیں ذیل رزولیوشن پیش ہو کر بالاتفاق منظور ہوئے:۔

کاکوری علیگس ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ اعلیحضرت نظام الملک آصفجاہ بہادر خلد اللہ ملکہ خسرو دکن کے اس فرمان عالیشان کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو اعلیحضرت نے مخدرہ علیا والدہ محترمہ کی یادگار میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں محترمہ مغفورہ کے نام سے "زہرہ مسجد" تعمیر فرمانے کے متعلق جاری فرمایا ہے۔ اعلیحضرت کی موقع شناسی اور ضرورت کی اہمیت کی تعریف کرتے ہوئے یہ جلسہ بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ جل مجدہٗ مرحومہ کو درجات علیا عطا فرمائے اور حضور والا شان کا سایہ مسلمانوں پر تا دیر قائم رکھے"

محرک:۔ سید محمد مشیر الدین۔ موید:۔ منشی محمد انعام علی علوی

"کاکوری علیگس ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ جناب ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد ایم۔ ایل۔ اے (مرکزی) کے دوبارہ انتخاب عہدہ وائس چانسری پر ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہوئے موصوف پر پورے اعتماد کا اظہار کرتا ہے کہ دور حاضر میں مسلم یونیورسٹی کے مفاد کیلئے اس سے بہتر انتخاب نہیں ہو سکتا تھا۔

محرک:۔ منشی شفقت علی علوی۔ موید قاضی ابرار احمد

یہ بھی طے پایا کہ مذکورۃ الصدر رزولیوشنوں کے نقول پرائیوٹ سکریٹری حضور نظام خلد اللہ ملکہ حیدرآباد اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کو بھیجنے کے علاوہ جلسہ کی کارروائی اخبار "مسلم یونیورسٹی گزٹ" علیگڈھ اور اخبار "سرگذشت" علیگڈھ اور کاکوری اخبار میں بغرض اشاعت بھیجی جائیں

(رپورٹر)

صحت و تندرستی:- (۱) حکیم مولوی تمکین الدین علوی کو سُنا ہے کہ اب بخار نہیں ہے اور اچھے ہیں ہنوز ضعف ہے جو انشاء اللہ بتدریج رفع ہو جائے گا۔

(۲) دختر قاضی راشد علیخان عباسی دریحانہ سلطانہ کو لکھنؤ میں (جہاں وہ بغرض تعلیم گئی تھے) شدید بخار آ گیا تھا کئی دن تیز حرارت رہی غذا بالکل نہ ہونے سے ضعف بہت ہو گیا۔ بخار تو اب اُتر گیا ہے لیکن اضمحلال شدید ہے۔ غذا ابھی حسب ہدایت ڈاکٹر معالج پوری نہیں دیجا رہی ہے کیونکہ ڈاکٹر کے رائے میں ٹائفس کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ خدا کرے بچی کی بقیہ شکایت بھی جلد دفع ہو جائے۔

علالتیں:- (۱) شیخ شاکر علی صاحب عباسی کے متعلق معلوم ہوا کہ لکھنؤ میں عرصہ سے علیل ہیں بواسیر کی پرانی شکایت ہے اب سُنا ہو کہ عرصہ سے اسہال کی شدت ہو گئی ہے دن رات میں کئی اجابتیں ہوتی ہیں ضعف و اضمحلال بہت بڑھ گیا ہے۔ باری تعالیٰ رحم فرمائے اور شیخ صاحب کو جلد صحیح و تندرست کرے۔

(۲) آگرہ سے اطلاع ملی ہے کہ والدہ حاجی انعام علی عباسی کو یرقان کی شکایت ہو گئی ہے۔ ہر قسم کا علاج ہوا لیکن نفع نہیں معلوم ہوا اب سول سرجن آگرہ سے رجوع کیا ہے ضعف شدید ہو گیا ہے۔ بڑا پے میں اسقدر ضعف ناقابل اطمینان ہے۔ خداوند کریم رحم فرمائے اور موصوفہ کو صحت کلی عطا فرما کر سب کو مطمئن کرے۔

(۳) مولوی حامد حسن علوی کے متعلق بمبئی سے (جہاں اورنگ آباد سے اب بغرض علاج گئے ہیں) اطلاع آئی ہے کہ یہاں سے واپسی کے بعد کان کے نیچے والی گلٹی میں تکلیف شدید بڑھ گئی اور جو سکون ڈاکٹر بوس (لکھنؤ) کے علاج سے ہوا تھا وہ زائل ہو گیا۔ بمبئی میں ٹاٹا اسپتال میں داخل ہو گئے ہیں جہاں بجلی وغیرہ کے ذریعہ علاج ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ ضعف شدید ہو گیا ہے ڈاکٹر نے سب سے پہلے تمام دانتوں کے نکالنے کی رائے دی۔ چنانچہ کل دانت نکال دیے گئے اب سُنا ہے کہ کنپٹی کے نیچے آپریشن ہونے والا ہے ان کے اعزہ بہت پریشان ہیں۔ اللہ رحم کرے اور انکو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(۴) دختر شیخ شوکت علی عباسی کا حال کانپور کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ اسکے کان کے پاس ایک گلٹی نکل آئی ہے علاج ہو رہا ہے خداوند کریم بچی کو جلد تندرست فرمائے۔

(۵) معلوم ہوا ہے کہ مولوی غیاث الدین علوی کی لڑکی قصبہ نیوتنی میں علیل ہو گئی تھی جسکو بغرض علاج لکھنؤ لایا گیا ہے مولوی غیاث الدین کی والدہ و ہمشیرہ بھی لکھنؤ گئی ہیں خدا کرے بچی کو جلد صحت ہو۔

(۶) اہلیہ مسٹر ثابت علی عباسی کی شکایات کا علاج لکھنؤ کی لیڈی ڈاکٹر کا ہو رہا ہے اب اُس نے چند روز لکھنؤ میں قیام کرنے کی رائے دی ہے۔ چنانچہ امروز فردا میں بغرض قیام لکھنؤ جائینگی۔ شکایتوں میں اس علاج سے کچھ فرق بتاتی ہیں۔ خدا کرے جلد پورا نفع ہو اور تکالیف بالکل دفع ہو جائیں۔

متفرقات:- (۱) دریافت ہوا ہے کہ حاجی انعام علی عباسی کے وظیفہ یاب ہونے کے بعد کلکٹر آگرہ نے انکو وار کمیٹی۔ حج کمیٹی۔ لوکل اسلامیہ اوقات کمیٹی کا ممبر نامزد کیا ہے۔

(۲) معلوم ہوا ہے کہ اہلیہ مولوی قمر الدین خان علوی (راندیر (سورت)) سے براہ دہلی اپنی والد شیخ شاکر علی صاحب عباسی کی علالت کی وجہ سے لکھنؤ آئی ہیں چند روز دہلی میں اپنے بھائی پروفیسر اشتیاق علی عباسی۔ ایم اے کے یہاں اپنے بچے کا علاج و تشخیص مرض کے لئے ٹھہری تھیں۔

(۳) سُنا گیا ہے کہ مقامی لاری کا ڈرائیور مسمی منے لکھنؤ سے کسی عورت کو یہاں لایا تھا۔ پولیس نے دوڑ کر جا کر محلہ پٹھان گڑھی سے عورت کو برآمد کر لیا۔

باہتمام سید توسل حسین پرنٹر مطبع انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر سید محمد شبیر الدین نے دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ دلالی کاکوری سے